تہران میں اسلامی کانفرنس تنظیم کا سربراہ اجلاس

آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کا خطاب

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

میری خواہش ہے کہ مسلمانانِ عالم کی بھرپور نمائندگی کرنے والے اس برادرانہ اجتماع میں اپنی تقریر کا آغاز حمدِ الٰہی سے کروں۔

بارالہا! تیرا شکر ادا کرتا ہوں معرفت، توحید، عبودیت اور محبت پر، شکر ادا کرتا ہوں اسلامی اخوت، انسانیت کی عزت اور صبر و توکل کی تعلیم اور احسان و مروت کی نعمت پر اور تیرے بندے اور پیامبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں جنہوں نے توحید و عدل کے پرچم کو بلند کیا، انسانی عزت و تکریم کی دعوت دی اور انسان کو تیرے سوا ہر چیز اور ہر فرد کی بندگی سے آزاد کیا اور سلام پیش کرتا ہوں ان کے خاندان اطہر، ان کے سچے ساتھیوں اور ان کی پیروی کرنے والے خدا کے تمام نیک بندوں اور تمام پاک فطرت انسانوں کو...

میں آپ تمام عزیز مہمانوں اسلامی ممالک کے سربراہوں اور اراکین کو نیز اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل اور اس کانفرنس کے سکریٹری جنرل اور دوسرے محترم مہمانوں کو پُرخلوص اور برادرانہ خوش آمدید کہتا ہوں۔

بھائیوں اور بہنو! اس وقت آپ اسلام کے ایک مرکز میں جمع ہوئے ہیں اگرچہ ہمارے صدر جمہوریہ آپ کے میزبان ہیں لیکن ہر ایرانی خود کو آپ کا میزبان تصور کرتا ہے اور ایمان سے سرشار ملک میں آپ کی موجودگی کو باعث عزت سمجھتا ہے۔

میرے عزیزو! ہمارا اجتماع ایسے دوستوں کا اجتماع نہیں جو کسی ایک مفاد کی خاطر اکٹھا ہوئے ہوں اور جنہیں کبھی کوئی اور مفاد ایک دوسرے سے جدا کردے، ایسے بھائی ہیں جنہیں قرآن پر ایمان نے ایک ابدی بندھن میں ایک دوسرے کے ساتھ پرو دیا ہے اور مختلف تاریخی جغرافیائی اور سیاسی خصوصیات کا حامل ہونے کے باوجود ہمیں ایک ہی پیکر یعنی امت اسلامیہ کی شکل عطا کی ہے۔ اس بندھن کو ہم نے اس لئے قبول کیا ہے کہ ہم اسلام پر ایمان رکھتے ہیں جس کے ہم پابند ہیں اور لڑائی جھگڑا اختلافات اور ذہنی کشمکش اس حقیقت کے چہرے پر وہ غبار ہے جسے حکمت خرد مندی اور بردباری کے صاف و شفاف پانی کے ذریعے دھویا جاسکتا ہے۔

آیئے اس عظیم اور تاریخی اجلاس (اور ملاقات) کو اسی زاویہ نگاہ سے دیکھیں تاکہ اپنی اقوام اور عزیز امت اسلامیہ کی نوشت کے لئے اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

میرے بھائیو اور عزیزو! اس اجلاس کی افتتاحی تقریر میں میں تین نکات کا ذکر کروں گا اور آخر میں ان سے نتیجہ اخذ کروں گا۔ اور یہ تین نکات یہ ہیں۔ اسلام، امت اسلامیہ، اسلامی کانفرنس اور اس کا آئندہ افق۔

۱۔ اسلام

اسلام اس وقت بھی جب ظہور میں آیا اور آج بھی ایک ایسی دنیا کا راستہ بتاتا ہے جس میں انسان کے لئے کامیاب زندگی اور فلاح کی ضمانت موجود تھی اور ہے، انسان کے اصل مصائب اور آلام' جن کے خاتمے پر اسلام نے کمر باندھی' اُس دور میں اور اس سے بڑھکر آج بھی موجود ہیں جیسے غربت، جہل، امتیازی سلوک، جنگ، بدامنی اور سرانجام مادیت کے حصار میں گرفتاری اور اپنی بُری خواہشات کا اسیر بن جانا وغیرہ۔

اسلام — انسانیت، اعتدال، خرد مندی اور خدا کے سامنے تسلیم ہونے کا نام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام ادیان اس سے قبل کہ وہ تحریف کا نشانہ بنتے ایسے ہی تھے لہذا انسان کے اس درد و رنج کا علاج 'افراط و تفریط' اور زیادہ روی سے ہٹ کر خردمندانہ روشوں کے ذریعہ پیش کیا جانا چاہئے اور انسان کو خدا سے اپنا باطنی رابطہ برقرار کرنے اور اس کے سامنے گڑگڑانے کی دعوت دی جانی چاہئے اور اسے برائیوں' جارحیت اور ظلم و ستم کے خلاف جدوجہد نیز خود غرضی و خود پسندی جیسی بُری صفات کے خلاف ہمیشہ برسرپیکار رہنے کی تعلیم و تاکید کرنی چاہئے۔ اسلام کے اصل احکام اس طرح بنے ہیں اور انسان کی فردی، معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی زندگی کے لئے اسلام کا پروگرام بھی ان ہی بنیادوں سے اٹھا ہے۔ اسلام کے سیاسی نظام میں سماجی انصاف، مختلف قسم کی آزادی، منصفانہ صلح، ظلم و جارحیت کے خلاف جدوجہد، عورت و مرد کے تعلقات ایک معاشرے میں افراد کے آپس کے تعلقات' اور مختلف معاشروں کے ایک دوسرے سے روابط، تزکیہ نفس، خداوند سے ہر شخص کا باطنی رابطہ یہ تمام کی تمام چیزیں انہیں بنیادوں پر استوار ہیں اور انسان کے پرانے اور دائمی درد و رنج کا علاج بھی ہیں۔

آج بھی انسانی زندگی کی تمام تر ظاہری رنگینیوں کے باوجود انسان ایسے رنج و مصائب سے دوچار ہے جس کا اسے تاریخ کے طویل دور میں سامنا رہا ہے۔ دنیا کے اکثر لوگ غریب ہیں اور ایک مختصر تعداد اس زمین کی ثروت کا بیشتر حصہ اپنے اختیار میں لئے ہوئے ہے۔ اکثر اقوام علمی ترقی سے محروم ہیں اور ایک گروہ نے اپنے علم و دانش کو دوسروں پر ظلم کا وسیلہ بنا رکھا ہے۔ دنیا کے گوشہ و کنار میں جنگیں ہو رہی ہیں اور دنیا والے جنگ عظیم کے خطرے سے ہمیشہ خوف میں مبتلا ہیں۔ عالمی سطح پر ممالک کے درمیان اور اکثر ملکوں میں مختلف طبقات کے درمیان امتیازی سلوک موجود ہے اور مغرب کا مادی تمدن سب کو مادیت کی جانب بڑھا رہا ہے اور روپیہ پیسہ، پیٹ اور شہوت اصل مقصد حیات بن گئے ہیں اور دنیا کے ایک بہت بڑے حصے میں محبت اور فداکاری و ایثار کی جگہ حیلہ و سازش، حسد، لالچ، بخل، اور دیگر صفات رذیلہ نے لے لی ہے۔ سائنس، ٹکنالوجی، وسائل، تیز رفتاری اور سہولت کے لحاظ سے آج کی دنیا ماضی سے کہیں مختلف ہے لیکن انسان کے پرانے

> **آج امت مسلمہ اسی خود اعتمادی اور عزت واستقلال کی پیاسی ہے اور ہر ایک کو اس راستے میں کوشش کرنی چاہئے۔ یہ ایک تاریخی ذمہ داری ہے اور آج اس ذمہ داری کی ادائیگی اور عالم اسلام کی مکمل خود مختاری' قوت وشوکت اور عزت و سربلندی کی راہ ہموار ہو چکی ہے۔**

رنج و آلام اور درد بدستور باقی ہیں اور اصل مصائب و مشکلات وہی ہیں جو پہلے تھے۔ مغربی لبرلزم اور کمیونزم نیز سوشلزم وغیرہ کی آزمائش کی جاچکی اور ان کی ناتوانی ثابت ہو چکی ہے اور ماضی کی مانند آج بھی اسلام انسان کے لئے شفابخش ہے اور انسان کو نجات عطا کرنے والا ہے، آج بھی چودہ سو سال پہلے کی طرح یہ صدا گونج رہی ہے:

(۱)... قد جاءکم من اللہ نور وَ کتاب مّبین، یہدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبُل السلام ویخرجھم من الظلمات الی النور باذنہ ویہدیھم الی صراط مّستقیم ...... (سورہ مائدہ آیات ۱۵-۱۶) "تمہارے پاس تو خدا کی طرف سے ایک چمکتا ہوا نور اور صاف صاف بیان کرنے والی کتاب آچکی جس کے ذریعے خدا اپنی خوشنودی کا اتباع کرنے والوں کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت کرتا ہے اور انہیں تاریکیوں سے نکال کر اپنے حکم سے نور کی طرف لے آتا ہے اور انہیں صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔"

جو چیز اہم ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کا سادہ اور اصل چہرہ دیکھا اور پہچانا جائے دشمنوں نے چند صدیوں کے دوران اور نادان اور غافل دوستوں نے اس سے بھی طویل عرصے کے دوران اسلام کے نورانی چہرے کو خراب کیا اور جان بوجھ کر یا جاہلانہ سلیقوں کے ذریعہ اس میں اضافہ یا پھر کمی کی، آج بھی اگرچہ اپنوں کی کج فہمیوں اور نفع پرستیوں کے باعث اسلام کی تصویر کو غلط رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے لیکن اس سلسلے میں دشمنوں کا پروپگنڈہ کہیں زیادہ ہے اور وہ ظریف اور موذیانہ طریقوں سے اس کام میں مشغول ہیں۔

اس بارے میں دشمنوں کی مسلسل کوششوں کی ایک مثال وہ عظیم پروپگنڈہ ہے جو ایران میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد اسلامی جمہوریہ ایران کے خلاف شروع کیا گیا تاکہ اس عظیم انقلاب کے موثر پیغام کو آگے بڑھنے سے روک دیا جائے۔ انہوں نے تہمت لگانے اور جھوٹی خبریں پھیلانے کو اپنا اہم کام قرار دیا، ہمارے بارے میں جھوٹ کہا اور ہم سے جھوٹی باتیں منسوب کیں جو سننے والوں

کے لئے باعث ملال ہوئیں۔ اس سلسلے میں صہیونیوں اور ان کے معروف ذرائع ابلاغ نیز سامراجی ایجنٹ اور سب سے بڑھکر امریکی سرگرم عمل رہے ہیں یعنی وہ لوگ جنھیں دوسروں کے مقابل اس انقلاب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے، اسلام اور انقلاب دشمن پروپگنڈوں میں زیادہ سرگرم عمل رہے ہیں۔ ایسے حالات میں اسلام کی مکمل شناخت، عالمی سطح پر اس کا حقیقی تعارف اور باہمی میل جول میں اضافہ ہم مسلمانوں کا عظیم فریضہ ہے۔

۲۔ امت اسلامیہ:

امت اسلامیہ، اسلام کا پہلا سیاسی وانسانی ثمرہ و نتیجہ ہے 'جس کا آغاز مدینۂ نبوی سے ہوا اور جس نے حیرت انگیز طریقے سے اپنی تعداد اور حیثیت کی رشد وترقی کی راہ میں قدم بڑھایا۔ ابھی اس اسلام کے مبارک ظہور کو نصف صدی کا عرصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اس نے اپنی تین عظیم ہمسایہ تاریخی تہذیبوں کی تمام تر سرزمین کے تقریباً نصف یعنی ایران، روم اور مصر کو اپنے زیر نگیں کر لیا اور اس کے ایک صدی بعد دنیا کے مرکزی علاقے میں جو مشرق میں دیوار چین اور دوسری جانب بحر اطلس کے ساحلوں تک اور شمال میں سائبیریا کے سبزہ زاروں اور جنوب میں بحر ہند کے جنوب تک پھیلا ہوا تھا اس نے ایک درخشاں تمدن اور ایک مضبوط اور پروقار حکومت قائم کر دی۔

تیسری اور چوتھی صدی اور اس کے بعد کے دور میں اس تمدن کی چمک اس طرح پچھلی کی ایک ہزار سال بعد اب دنیا کے موجودہ معاشروں میں اس کی علمی وثقافتی برکتوں کو دیکھا جا سکتا ہے اگرچہ مغربی مورخین، علم وتمدن کی تاریخ کا ذکر کرتے ہوئے 'علم وثقافت اور تمدن کی اس عظیم وبے مثال تحریک کو نمایاں نہیں کرتے اور علم کی سرگزشت کو قدیم یونان اور روم سے براہ راست نشاۃ ثانیہ سے متصل کرتے ہیں گویا علم وتمدن ایک ہزار سال تک مردہ تھا اور یکایک نشاۃ ثانیہ کے دوران دوبارہ رونما ہو گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرون وسطی، صرف مغرب اور یورپ کے لئے ظلمت وتاریکی اور وحشت کا دور تھا جبکہ عالم اسلام کے یورپ کے علاقے سے کہیں وسیع علاقے یعنی اندلس سے چین تک کے لئے یہ دور ایک نورانی دور تھا جسے بیداری اور علمی ترقی کا دور سمجھا گیا۔

اس یاد دہانی کا مقصد ماضی پر فخر کرنا نہیں بلکہ اس حقیقت کی یاد آوری مقصود ہے کہ جو چیز اس تمدن کو وجود میں لائی وہ اسلام اور اس کی حیات افروز تعلیمات ہیں جو آج بھی ہمارے اختیار میں ہیں اور ہمیں خبردار کرتی ہیں کہ

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اسْتَجِیْبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗ اِلَیْهِ

> میں اعلان کرتا ہوں کہ اسلامی جمہوری ایران کی طرف سے کسی بھی اسلامی ملک کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔

تُحْشَرُوْنَ۔ (سورہ انفال آیت ۲۴)

اسلام نے ثابت کر دیا ہے کہ اس میں یہ صلاحیت اور گنجائش موجود ہے کہ اپنی امت کو مدنی اور علمی ترقی اور سیاسی عزت وقدرت کے اعلیٰ مراحل تک لے جائے اور اس عظیم مقصد کے حصول کی تنہا شرط ایمان، مجاہدات اور تفرقہ سے پرہیز میں مضمر ہے اور قرآن ہمیں یہ درس دیتا ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۳۹)

"خبردار سستی نہ کرنا مصائب پر محزون نہ ہونا اگر تم صاحب ایمان ہو تو سربلندی تمہارے ہی لئے ہے۔"

اور یہ درس بھی دیتا ہے کہ

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (سورہ عنکبوت آیت ۶۹)

اور پھر یہ درس:

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (سورہ انفال آیت ۴۶)

ان تین عناصر میں کمزوری نے امت اسلامیہ کو آج افسوسناک صورت حال سے دوچار کر دیا ہے کم از کم گزشتہ دو صدیوں کے دوران چالاک دشمن اور حتی کہ بعض نااہل مسلم حکومتیں مختلف تاریخی وسیاسی حالات اور اسباب وعلل کی وجہ سے اس صورت حال کو پیدا کرنے کے سلسلے میں نہایت موثر رہی ہیں اور آج ہم ان کے وارث ہیں جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔

بھائیو! آیئے ہم اپنے آنے والوں کے لئے ایک ایسی چیز چھوڑ جائیں جس پر وہ ہم سے بڑھکر فخر کریں۔ موجودہ صورتحال میں بیرونی عوامل کے جائزے میں' میں سامراجی محاذ کے حملے کو سب سے زیادہ موثر پاتا ہوں۔ ہماری ثقافت میں سامراج کا اطلاق طاقت کے اس مجموعے پر ہوتا ہے جو اپنی سیاسی، فوجی، علمی اور

اقتصادی توانائیوں کی مدد سے اور بنی نوع انسان کی جانب نسل پرستانہ نگاہ اور تفکر سے الہام حاصل کرتے ہوئے انسانوں کے عظیم معاشروں یعنی اقوام، حکومتوں اور ملکوں پر اپنے ظالمانہ اور حقارت آمیز تسلط کے ذریعہ اپنے فائدے میں دباؤ ڈالتا ہے، ان کا استحصال کرتا ہے، ان کے امور میں مداخلت کرتا ہے، ان کی ثروت کو لوٹتا ہے، حکومتوں پر دھونس جماتا ہے، اقوام پر ظلم و ستم ڈھاتا ہے اور ان کی ثقافتوں اور روایتوں کی توہین کرتا ہے۔

اس کی واضح مثالیں سامراج اور اس کے بعد نئے سامراج اور حالیہ دور میں ماضی کے سامراجیوں اور ان کے وارثوں کی جانب سے بھرپور سیاسی، اقتصادی، تشہیراتی اور کلچر کی فوجی حملے کی شکل میں اقوام عالم نے دیکھی ہیں اور ان کا تلخ مزہ چکھا ہے۔ مغربی طاقتوں نے اس حملے میں سائنس و ٹکنالوجی کی ترقی اور اپنی بعض قومی اور مقامی خصلتوں سے فائدہ اٹھایا ہے ہم دشمن کی ملامت نہیں کرتے، ملامت کے حقدار تو وہ ہیں جنہوں نے اپنی کوتاہ فکری خودغرضی اور راحت طلبی کے ذریعے دشمن کی کامیابی اور اپنے زوال کی زمین ہموار کی ہے۔

مغرب نے اپنے بھرپور حملے کے دوران ہمارے ایمان اور اسلامی خصائل کو نشانہ بنایا اور اپنی علمی متاع کے زیر سایہ، جس کی ضرورت کا ہر کسی کو احساس تھا، دین، اخلاق سے عاری اپنی ثقافت کو ہمارے معاشرے میں برآمد کیا۔ یا شاید وہ دن دور نہیں جب مغرب کا موجودہ تمدن اخلاقی غلاظت کے کنویں میں خود غرق ہو کر نابود ہو جائے۔ آج اسلامی دنیا اس مخاصمانہ حملے نیز گزشتہ نسلوں کے دوران عوامل کے اثرات کے باعث ایک افسوسناک صورتحال سے دوچار ہے، ایک طرف غربت، ناخواندگی، علمی پسماندگی، اخلاقی ضعف اور سب سے بدتر دشمنوں کا ثقافتی اور سیاسی تسلط اور دوسری جانب فلسطین، افغانستان، لبنان، عراق، کشمیر، بوسنیا ہرزیگوینا، قفقاز جیسے دیگر بڑے بڑے مسائل نے عالم اسلام کی حکومتوں، سیاسی شخصیتوں اور لیڈروں کے سامنے الٰہی اور انسانی ذمہ داری کی ایک طویل فہرست رکھ دی ہے۔ آج ہمیں جدت عمل کی ضرورت ہے، اب تک ہمیشہ دشمن جدت عمل سے کام لیتا رہا ہے اور ہم زیادہ سے زیادہ گلہ شکوہ کرتے رہے ہیں۔

دشمنوں کی جانب سے وسیعوں جدت طرازیوں پر مبنی ایک تاریخی عمل نے فلسطین کو صیہونیوں کی ذاتی ملکیت میں تبدیل کردیا ہے۔ سب سے پہلے فلسطینیوں کی زمینوں کی خریداری پھر مہاجر صیہونیوں کا مسلح ہونا، اس کے بعد داخلی جنگ اور فلسطین کا اعلان، پھر اس اسلامی اور عرب ملک کے نئے علاقوں پر قبضہ اور آخر میں اس پورے ملک پر قبضہ اور مصر شام اور اردن جیسے ممالک کے بعض حصوں کو بھی شامل کرنا۔

یہاں تک کہ صرف ایک بار فلسطین کے ہمسایہ عرب ممالک نے جدت

عمل کو اپنایا ہے اور وہ سن ۱۳۹۳ ہجری قمری کے ماہ رمضان میں شام اور مصر پر حملہ تھا، جو اگرچہ امریکہ اور اسرائیل کے گٹھ جوڑ اور اسلامی ممالک کی کم ہمتی کی وجہ سے پورے نتائج حاصل نہ کرسکا لیکن پھر بھی عرب محاذ کے افتخار اور بعض عرب علاقوں کی آزادی کا باعث بنا۔ اس کے بعد آج تک صیہونیوں اور اس کے حامیوں نے جن میں امریکہ سرفہرست ہے سازباز کے نعرے بلند کرکے اور فلسطین پر غاصبانہ قبضے کو مضبوط بنا کر جدت عمل دکھایا ہے اور اپنے حریفوں کو جہاں تک ممکن ہو سکا پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا ہے۔

تمام مسلم ممالک کو فلسطین کی نجات کی راہ میں، ہر محاذ میں آگے آگے رہنے والے ممالک کی سنجیدگی کے ساتھ مدد کرنی چاہئے تھی۔ ماضی میں، ہمارے بعض ممالک نے فلسطین کی نجات کی راہ میں کام کرنے والے ممالک کے محاذ کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے۔ اس کا سب سے واضح نمونہ پہلوی دور اقتدار میں ایران کی حکومت ہے۔ افسوس کہ اس وقت ایران صیہونیوں کے لئے ایک پرامن ٹھکانہ اور غاصب حکومت کا سچا معاون تھا۔

برادران و خواہران عزیز! یہ صورتحال اسلامی وقار کے ساتھ میل نہیں کھاتی اور امت اسلامیہ کی تکلیفوں کے طریقہ علاج سے بھی فاصلہ رکھتی ہے۔ ایک طرف تو تمام اسلامی ملکوں کو چاہئے کہ ملت فلسطین کے حقوق کی بازیابی کو عملی جامہ پہنانے میں مناسب حصہ لیں اور ساتھ ہی عالم اسلام کو چاہئے کہ پسپائی کی حالت سے جدت پسندی کی طرف آئیں۔ ان دونوں فرائض کو محض فلسطین اور لبنان کے مومن اور غیور نوجوان بڑی تیزی سے انجام دے رہے ہیں۔ سلام ہو ان پر۔

نام نہاد صلح مذاکرات سے ہماری مخالفت، اس کے غیر منصفانہ ہونے، سامراجی ہونے، ذلت آمیز ہونے اور سب سے بڑھ کر اس کے غیر منطقی ہونے کی وجہ سے ہے۔

زمین کے مقابلے میں صلح مسلط کرنے کا اصول یہ معنی رکھتا ہے کہ صیہونی، ہمسایہ ملکوں کے علاقوں کو انہیں واپس دیں تاکہ ہم قبول کریں کہ فلسطین کا

تعلق ان سے ہے۔ اس سے زیادہ غیر منصفانہ بات کیا ہو سکتی ہے؟ فلسطین کی قدیم ملت کو اس سے زیاں بار سودے کے سلسلے میں کیا جواب دیا جا سکتا ہے؟ زمانے کے عبرت انگیز مذاقوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ غاصب حکومت نے اسے بھی نامناسب سمجھا اور اسے مسترد کر دیا۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ عالم اسلام اس سامراجی جذبے کا جواب دے؟

اگر ہم اپنے تعلقات کو منظم اور برادرانہ بنائیں تو ہمارے پاس یہ طاقت ہے۔ امریکہ — انڈونیشیا سے افریقہ کے شمال تک اسلامی ملکوں کے متحدہ محاذ کے مقابلے میں کیا کر سکتا ہے؟ آج استکبار کی خوشی کا سبب اس محاذ کا انتشار ہے۔ کیا وہ وقت نہیں آگیا کہ ہم اس صف کو اپنے مفاد میں مستحکم کریں؟

اسلامی حکومت کے قلب میں صیہونی حکومت جیسے دشمن کی موجودگی شائد ہمیں ایک دوسرے کے زیادہ نزدیک کر سکتی تھی، لیکن استکبار کے خفیہ ہاتھوں نے اپنے سامنے اس خطرے کو بھی دور کر دیا ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ اب ہم ایک دوسرے سے خوف کھاتے ہیں بجائے کہ ہم اپنے دشمن سے خوف کھاتے۔

وسوسوں، جھوٹ اور شر انگیز پروپگنڈوں نے اسلامی ممالک کو غلط طور پر ایک دوسرے سے خوفزدہ کر دیا ہے۔ گزشتہ ۱۸ سال کے عرصے سے استکبار کے سیاسی منصوبہ ساز مسلسل زہر اگل رہے ہیں تاکہ خلیج فارس میں ہمارے ہمسایوں کو اسلامی ایران سے کہ جس نے اتحاد و برادری کا پرچم بلند کر رکھا ہے، خوفزدہ کر سکیں۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ اسلامی ایران کی طرف سے کسی بھی اسلامی ملک کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔

اسلامی ایران آج قرآنی احکام کے مبارک سائے تلے زندگی گزارنے کی برکت سے گزشتہ ہر دور سے زیادہ عالم اسلام کی قوت و شوکت، عزت و سربلندی اور وحدت و ہمبستگی کا مشتاق ہے۔ ہم ایرانیوں نے ایمان و اسلام کی برکت سے دشمن کی تشہیراتی سازشوں کے باوجود کم نظیر شکل میں اپنی قومی یکجہتی کی حفاظت کی ہے اور اپنے دشمنوں کے دعوے اور باطنی میلان کے برعکس عوامی حمایت میں اضافہ کیا ہے۔

اس سال کا درخشاں صدارتی چناؤ میدان عمل میں عوام کی روز افزوں موجودگی کا ایک عملی نمونہ تھا۔ جس نے ثابت کر دیا کہ حکومت مستحکم و متحد ہے اور سارے ہی حکام صمیمیت اور یک جہتی کے حامل ہیں حکومت اور اقوام کے درمیان جذباتی رشتہ استوار ہے اور دونوں اعتماد کی فضا سے سرشار ہیں۔ ہمارا یقین اور ہماری خود اعتمادی تمام علمی، سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی کوششوں کی حقیقی سمت کو متعین کرتی ہے۔ ہم نے اپنی اسی خود اعتمادی کی وجہ سے کہ جو حضرت امام خمینی رحمتہ اللہ علیہ نے ہمیں عطا کی ہے، پہلوی دور کے پس ماندہ اور تباہ و برباد ملک کو کہ جو آٹھ

> **اس یاد دہانی کا مقصد ماضی پر فخر کرنا نہیں بلکہ اس حقیقت کی یاد آوری مقصود ہے کہ جو چیز اس تمدن کو وجود میں لائی وہ اسلام اور اس کی حیات افروز تعلیمات ہیں جو آج بھی ہمارے اختیار میں ہیں۔**

سالہ مسلط کردہ جنگ کے دوران اور زیادہ تباہ و برباد ہو چکا تھا اس کی از سر نو تعمیر کرنے اور اس کی رونق بحال کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ یہی ہمت و حوصلہ ہم اپنے بعض دوسرے برادر ممالک میں بھی دیکھ رہے ہیں لیکن سب سے زیادہ اہم بات سیاسی قوت و وقار ہے۔ ہماری قوم اور ہماری حکومت اسلام سے متمسک ہونے اور سنجیدگی کے ساتھ سیاسی مشارکت کی برکت سے اپنے ملک میں اپنے اغیار کی مداخلت اور نفوذ کے راستے مسدود کر چکی ہے۔

آج امت مسلمہ اسی خود اعتمادی اور عزت و استقلال کی پیاسی ہے اور ہر ایک کو اس راستے میں کوشش کرنی چاہئے۔ یہ ایک تاریخی ذمہ داری ہے اور آج اس ذمہ داری کی ادائگی اور عالم اسلام کی مکمل خود مختاری قوت و شوکت اور عزت و سربلندی کی راہ ہموار ہو چکی ہے۔

اگر ان کوششوں کو ہم آہنگ کرنے کے لئے کسی مرکز کی ضرورت ہے تو وہ اس وقت ہمارے پاس موجود ہے۔ اسلامی کانفرنس تنظیم کو چاہئے کہ اس تنظیم اور آئندہ کے افق پر نظر ڈالے۔

۳۔ اسلامی کانفرنس تنظیم اور آئندہ افق۔

اس وقت مسجد اقصیٰ کی آتش سوزی کے واقعے کو جس کے باعث یہ تنظیم وجود میں آئی۔ ۲۷ سال کا عرصہ گزر رہا ہے۔ آج کی دنیا کے حالات و شرائط کے باعث اس تنظیم سے زیادہ سنجیدہ توقعات وابستہ کی جا رہی ہیں۔

یہ تنظیم مشترکہ مفادات اور مسائل کے سلسلے میں اسلامی ممالک کے حقیقی اتحاد کا مظہر ہو سکتی ہے، اپنے اراکین کی بنیاد پر بات کر سکتی ہے، مطالبہ کر سکتی ہے، اقدام کر سکتی ہے اور ان کی مالی، اقتصادی اور سیاسی قوت کی حامل ہو سکتی ہے، اپنے اراکین کی مشکلات کے حل کا وسیلہ بن سکتی ہے اور جس مقام پر کسی عظیم کام اور مشترکہ ہدف کے لئے امداد اور قوت و طاقت کو اکٹھا کرتا ہو یا کسی متحد یا ہماہنگ کرنے والے عنصر کی ضرورت ہو تو یہ تنظیم وہ عنصر ہو سکتی ہے۔ جس مقام پر

ضرورت ہو وُہاں فیصلہ سنائے اور جہاں مفید ہو وُہاں نصیحت کرے۔

اس وقت عالم اسلام اگرچہ عالمی تجارت میں بیس فیصد سے بھی کم حصہ دار ہے اور یہی دنیا کی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب بھی ہے لیکن اس مقدار میں بھی جو چیز اسلامی ممالک کے درمیان اندرونی تجارت سے مخصوص ہے وہ فی صدی کے اعتبار سے بہت نچلی سطح پر ہے۔ یہ تنظیم اس موثر اقتصادی مسئلے کے سلسلے میں کہ جو اسلامی ممالک کی سیاست پر بھی اثر انداز ہو گا فعال کردار ادا کر سکتی ہے۔ اس وقت ہمارے بعض ممالک قدرتی اور پیداواری وسائل کے ساتھ ساتھ قابل قدر علمی، صنعتی اور ثقافتی قوت و توانائی کے حامل ہیں جبکہ بعض دوسرے ممالک ان چیزوں کے شدید ضرورتمند ہیں۔ یہ تنظیم ان وسائل کے عادلانہ اور منطقی تبادلے کے سلسلے میں سنجیدہ کردار ادا کر سکتی ہے۔

آج ہی نہیں بلکہ ہمیشہ سے مسلمانوں کی ایک آبادی ایسے جانگسل درد و رنج میں مبتلا ہے کہ جن کے فوری علاج کی ضرورت ہے۔ مثلاً اس وقت افغانستان میں "بامیان" جیسے بعض صوبے بھوک اور ان علاقوں کے موسم سرما کی شدید سردی کے خطرے سے دوچار ہیں۔ ملت عراق اس وقت خوراک اور دوا کے فقدان کی وجہ سے تاریخ کے المناک ترین دور سے گزر رہی ہے اور لاکھوں انسانوں خاص کر بچوں کی جان خطرے میں ہے الجزائر میں خفیہ عناصر کی طرف سے وحشتناک ترین جرائم کا ارتکاب کیا جا رہا ہے تاکہ اسلام پسندوں پر اس کا الزام لگایا جا سکے اور اسلام کے چہرے کو مسخ کیا جا سکے۔ بوسنیا، کشمیر، صومالیہ، قرہ باغ اور دیگر مسلمان آبادی والے علاقے مشکلات سے دوچار ہیں۔ اسلامی کانفرنس تنظیم اپنی مخصوص کمیٹیوں سے استفادہ کرتے ہوئے اُن کاموں کے لئے کمر ہمت باندھ سکتی ہے۔ اور موثر و مفید کام کے ذریعے کہ جس میں اس کے تمام اراکین شریک ہیں مشکل کو حل کر سکتی ہے۔

ہمیں اس تنظیم کو اپنے ممالک کے درمیان موجود مسائل کے سلسلے میں فعال کرنے کے لئے ثروت مند اسلامی ممالک کی طرف سے مالی، انفرادی اور اجتماعی ارادے و ہمت کے مواقعی کی اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ ان حکومتوں کی ممکنہ مخالفت کہ جنہیں اتحاد اسلامی سے نقصان پہنچتا ہے اس راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں کھڑی کر سکتی مگر یہ کہ ہمارے ارادے اور حوصلے متزلزل ہو جائیں۔ جس وقت بلقان کے مسلم عوام کی وحشیانہ ترین طریقے سے نسل کشی کی جا رہی تھی اور وہ قوم تن تنہا جنگی طاقتوں کے منظم فوجی حملے اور بعض دوسری لاتعلق نگاہوں کے مقابلے میں اپنی اسلامی پہچان اور تشخص کا دفاع کر رہی تھی تو ایک ایسے مرکز کی جگہ خالی تھی تاکہ وہاں بھائیوں کے بعض زخموں پر مرہم کا کام کر سکتا اور اس مظلوم قوم کے حق میں عالمی توازن کا پلڑا جھک جاتا۔

اس وقت خلیج فارس میں کہ جو اسلامی سمندر اور یورپی دنیا کے لئے انرجی کا اہم مرکز ہے، اغیار کے جنگی بحری بیڑے اور خاص کر سب سے زیادہ امریکی فوجی اور امریکہ کا فوجی ساز و سامان، بدامنی کا باعث بن رہا ہے۔ ایک طاقتور اسلامی کانفرنس تنظیم ایک طرف تو اسلامی قوت و شوکت اور عزت و وقار کی زبان استعمال کر کے اغیار کو مزاحمت ختم کر دینے پر مجبور کر سکتی ہے تو دوسری طرف ان کی بے جا موجودگی کا بہانہ دور کر سکتی ہے اور جب بھی ضرورت ہو اس علاقے میں صلح و سلامتی کی حفاظت کے لئے اسلامی ممالک کی فوج تعینات کر سکتی ہے۔

اس وقت دنیا کے بعض ممالک میں مسلمان اقلیتوں سے امتیازی سلوک اور متعصبانہ برتاؤ کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے وہ سخت درد و رنج میں مبتلا ہیں انکی مدد کرنا تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے لیکن بین الاقوامی تعلقات کے دائرہ کار میں قابل قبول اور سنجیدہ امداد کے لئے ایک بین الممالک اسلامی مرکز کی ضرورت ہے اور اسلامی کانفرنس تنظیم سے زیادہ مناسب کون سا مرکز ہو سکتا ہے؟

ایسے دسیوں کام موجود ہیں جو انجام پانے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کام ہر ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جو کچھ میں عرض کر چکا ہوں وہ ان کاموں کی چند عملی مثالیں تھیں اور ان تمام موارد میں کسی بھی اسلامی ملک کا کردار بین الممالک اسلامی مرکز کی خالی جگہ کو پر نہیں کر سکتا۔

برادران و مہمانان عزیز! اللہ تبارک و تعالیٰ کی قوت و طاقت کی مدد سے ہمیں موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے ایک دوسرے کے نزدیک ہونا چاہئے اپنے درمیان نقطہ اتصال اور مرکز کی تقویت کرنی چاہئے کہ اسلامی کانفرنس تنظیم کو چاہئے کہ اپنی قراردادوں پر مکمل عمل در آمد تک آرام سے نہ بیٹھے تاکہ یہ اجلاس ہماری قوموں کے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکیں، علاوہ ازیں اسے اسلامی ممالک کی بین المجالس مشترکہ پارلیمنٹ چاہئے مشترکہ اسلامی منڈی کی پرانی آرزو کو ایک عملی حقیقت میں بدلنا چاہئے اسلامی حکومتوں کی عدالت کی بنیاد رکھنی چاہئے اور بالآخر ۵۵ ممالک اور ایک ارب سے زیادہ کی مسلمان آبادی کے نمائندے کے طور پر اسلامی کونسل کا مستقل رکن بننا چاہئے اور جب تک ویٹو کا حق موجود ہے اس کونسل میں ویٹو کے حامل چھٹے رکن کی حیثیت سے اپنا وجود منوانا چاہئے۔ اس کانفرنس کا آئندہ افق یہی ہے اور یہی امت اسلامیہ کے مستقبل کو متعین کر سکتی ہے۔